TQ- Lesson 205 Surah Unkabooth Ayat 16-30 tafseer

آیت نمبر 16- وَإِبْرَٰهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ
ترجمہ. اور ابراہیم کو بھیجا جبکہ اُس نے اپنی قوم سے کہا "اللہ کی بندگی کرو اور اُس سے ڈرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو

سورت العنکبوت کی آیت 16 سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر شرع ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور ان کے امتحانات کی ایک طویل داستان ہے تو پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ سنایا اور اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے سخت سخت امتحانات سے گزرے اپنا باپ پھر اپنی قوم اور وہ سارے بت گر اور بتوں کی پوجا کرنے والے پھر آتشِ نمرود پھر ملک شام سے ہجرت پھر لق و دق جنگل بیابان تھا مکہ کا صحرا وہاں پہ قیام پھر بیٹے کو ذبح کرنے کا واقعہ اور پھر ان ہی کے واقعے میں حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر تو اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ اور اہلِ ایمان کو تسلی دینے کے لئے ان کے دلوں کو باندھنے کےلئے یہ بات بتاتے ہیں کہ ہم نے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی بھیجا تھا ان کی قوم کی طرف **وَإِبْرَٰهِيمَ** اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ ان کے بارے میں تفصیل سے اب تک پڑھ چکی ہیں کہ وہ کون تھے **إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ** (75- سورت ھود) تھے وہ قلبِ منیب لے کر آئے وہ اپنی ذات میں ایک امت تھے اور توحید پرست تھے اور اللہ تعالی نے ان کو بہترین مشاہدہ دیا تھا مشاہدہ کرتے کرتے انہوں نے توحید کو پا لیا تو **وَإِبْرَٰهِيمَ** اور حضرت ابراہیم علیہ السلام **إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ** جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا **ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ** عبادت کرو اللہ کی **وَٱتَّقُوهُ** اور اسی کا تقویٰ اختیار کرو اور اسی سے ڈرو تو آپ دیکھئے کہ یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو باتیں کہیں ہیں پہلی چیز کیا ہے کہ عبادت اور عبادت کسے کہتے ہیں؟ عبادت عبد سے ہے اور عبادت کہتے ہیں پرستش کو، پوجا پاٹ کو، اطاعت کرنا اور پھر غلامی کرنا اور کیسے غلامی کرنا؟ کہ اسی کا ہو جانا جیسے گھوڑا ہے اس کو اس کا مالک جس رسی سے اور جس کھونٹی سے باندھ دیتا ہے وہ اسی کھونٹی کے ساتھ بندھا رہتا ہے اور رسی جتنا اس کو چلنے کی اجازت دیتی ہے بس اتنا ہی چلتا ہے ہر کھیت میں چرتا چُگتا نہیں ہے ہر جگہ منہ نہیں مارتا تو اسی طرح **لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ** اس کلمے نے اس رسی نےہمیں اللہ کی عبادت کی کھونٹی سے باندھ دیا ہے اور اب یہ دین اسلام کی رسی ہمیں جہاں جہاں جتنا جتنا جانے کی اجازت دے گی بس اتنا ہی جائیں گے وہی کام کریں گے جو یہ کرنے کو کہے گی اور ان کاموں سے ہٹ جائیں گے جن سے یہ منع کرے گی تو عبادت کیا ہے عبادت کرنا تواضع عاجزی، انکساری اختیار کرنا، غلامی کرنا کسی نوکر کی طرح اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم سے کہتے ہیں اللہ کی عبادت کرو اللہ کی بندگی کرو اللہ کے بندے بن جاؤ تو کیا معنی ہیں کہ اپنی خواہشات کے بندے بن کر مت جیو کیونکہ انسان کیا کرتا ہے؟ کبھی اپنے نفس کی پوجا کرتا ہے کبھی اپنی خواہشات کی پوجا کرتا ہے تو مومن بننا کیا ہے؟ عبادت کرنا کیا ہے؟ اکثر حالات میں زمانے کے خلاف چلنا اور دوسری بات انہوں نے کہی **وَٱتَّقُوهُ** اور اسی سے ڈرو اور اسی سے ڈرنے کا کیا مطلب ہے کہ اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرو ویسے تو عبادت میں تقویٰ بھی آ جاتا ہے لیکن عبادت کے ساتھ تقویٰ کی جو الگ وضاحت کی گئی ہے الگ اس کا ذکر آیا تو معنی کیا ہیں تاکید کے لئے تو عبادت کیا ہے؟ جو بھی احکامات ہیں جو اللہ تعالی چاہتا ہے وہ کیا جائے اور تقویٰ کیا ہے جو بھی اللہ کی نافرمانیاں ہیں جو گناہ ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ اب آپ دیکھیں کہ آباؤ

اجداد کی رسموں کی پیروی کرنا یہ عبادت نہیں ہے اگر وہ دین اسلام کے خلاف جاتی ہیں خواہش کو اونچامقام دینے کے ماحول میں اصول کو اونچا مقام دینا یہ ہے تقویٰ اور موجودہ دور کا ماحول کیسا ہے کہ خواہشات کو اونچا مقام دیا جاتا ہے میری خواہش یہ ہے میں یہ چاہتی ہوں میں ایسے سوچتی ہوں میرا خیال یہ ہے مجھے ایسا گھر اچھا لگتا ہے (خواہ پھر اس گھر میں مہمان جب بیٹھیں تو پھر مرد اور عورت الگ بھی نہ بیٹھ سکیں، خواہ وہ گھر حلال ذرائع سے حاصل ہی نہ ہوسکتا ہو خواہ وہ گھر یتیموں اور بیواؤں کے حقوق کو چھیننے کے بعد ہی مل سکتا ہو) تو یہ ہے خواہشات کا دور دورہ اور مومن بننا، عبادت کرنا، تقویٰ اختیار کرنا کیا ہے؟ خواہش کو اونچا مقام دینے کے ماحول میں اصول کو اونچا مقام دیا جائے تو دنیا کے مفاد میں جینے کے ماحول میں آخرت کے مفاد میں جینے کا حوصلہ پیدا کیا جائے یہ مفاد پرستی کا دور دورہ ہے سب اپنے لئے جیتے ہیں سب اپنے لئے کام کرنا چاہتے ہیں لیکن آخرت کے مفاد کے لئے جینے کا حوصلہ پیدا کیا جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسی قوم سے تعلق رکھتے تھے جو کہ آباؤ اجداد کی رسموں کو زندہ کرنے والی، خواہشات کی پوجا کرنے والی، آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کرنے والی اور بتوں کو تراشنے والی اور بتوں کی پوجا کرنے والی تھی تو اب حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو عبادت کی اور تقویٰ کی دعوت دیتے ہیں اور پھر ساتھ ہی کہتے ہیں **ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ** یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو، اگر تمہارے پاس علم ہو تو کیا بات پتہ چلتی ہے کہ خواہشات کی پوجا چھوڑی جا سکتی ہے اگر قرآن کا علم حاصل کر لیا جائے خاندان کی جو رسمیں ہیں، آباؤ اجداد کی جو اندھی تقلید ہے اس کو خداخافظ کہا جا سکتا ہے، الوداع کیا جا سکتا ہے اگر **العلم** پاس ہو تو وہ بھی اپنے باپ دادا کو اپنی قوم کے لوگوں کو کہتے ہیں **ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ** یہ ہے تمہارے لئے بہتر اگر تم علم رکھتے ہو۔ علم جہاں ہے تو وہاں روشنی ہے اور جہاں روشنی ہے وہاں اندھیرے اجاگر نہیں ہوا کرتے، وہاں اندھیرے بسیرا نہیں کیا کرتے، ڈیرہ نہیں ڈالا کرتے تو علم حاصل کرنا ضروری ہے حدیث کا مفہوم ہے کہ :رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا **"طلب العلم فریضہ علی کل مسلم"** علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے ضروری ہے پھر وہ جو دعوت دیتے ہیں توحید کی حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر اس کے حق میں تین دلائل دیتے ہیں کہتے ہیں

آیت نمبر 17۔ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

ترجمہ۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پوج رہے ہو وہ تو محض بت ہیں اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو در حقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے اللہ سے رزق مانگو اور اُسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو

إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا اس کے سوا نہیں **تَعْبُدُونَ** تم عبادت کرتے ہو **مِن دُونِ ٱللَّهِ** اللہ کے سوا تم، اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پوج رہے ہو، جن کی عبادت کر رہے ہو، جن کی سیوا کرتے ہو جن کی پوجا پاٹ میں لگے رہتے ہو وہ کون ہے؟ **أَوْثَٰنًا** تو اَوْثَانٌ کسے کہتے ہیں؟ بتوں کے لئے قرآن میں تین الفاظ آئے ہیں ایک ہے صنم کا جس سے مراد وہ بت ہیں جو قابل فروخت ہوں یا اِدھر سے اُدھر بھیجے جا سکتے ہوں جیسے پیتل، لوہا، چاندی، لکڑی کے یا پتھر کے بت اور بت تراشی کا جو فن تھا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ آذر کا تھا وہ بت تراش تھا اور بت فروش بھی اور دوسرا لفظ قرآن میں نصب کا آیا

ہے ایسے بتوں اور مجسموں کو کہتے ہیں جنہیں کسی ایک جگہ نصب کر دیا جائے اور مشرکین مکہ نے **لات، منات، عزیٰ اور ہبل** وغیرہ نصب کیے تیسرا لفظ **اَوْثَانٌ** ہے **وَثْنُ** کی جمع ہے اس کا زیادہ تر تعلق مقامات سے ہوتا ہے جیسے آستانے وغیرہ چاہے وہاں پہ بت ہوں یا نہ ہوں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ پتھر، درخت ستارے، دریا وغیرہ سے لوگ صفات الہی کا تصور لینے لگتے ہیں اور عقیدہ رکھ کے ان کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔ وہ ایسی جگہوں کو کسی بزرگ یا ولی یا کِسی بت سے منسوب کر دیتے ہیں تو گویا کہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے **أَوْثَنًا** کا جو لفظ استعمال کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قومِ ابراہیم کے بت خانے تھے اس کا مطلب ہے کہ آستانے وغیرہ بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اِن کے اندر بت بھی موجود تھے۔ تم کیوں عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر ان کی جو محض بت ہیں، **أَوْثَنًا** ہیں اور **دُونِ** کیا ہے ذوی الاضداد میں سے ہے ان کو چھوڑ کر دوسری دلیل **وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا** اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو تو اس کا مطلب کیا ہے کہ اب یہ نہیں کہ تم بت **گھڑ** رہے ہو بلکہ تم جھوٹ گھڑرہے ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ بتوں کا وجود خود ایک جھوٹ ہے جیسے وہ بتوں کو کہتے تھے کہ وہ اللہ کے ہاں ہمارے لئے مقرب ہیں (یعنی وہ اللہ کے مقرب ہیں) تو ہمیں بھی قرب دلوا دیں گے، وہ اللہ کے پاس سفارشی ہیں ہمیں سفارش دلوا دیں گے یا وہ کہتے تھے یہ اللہ کا اوتار ہیں، اللہ کی اولاد ہیں(کسی کو شفا دینے والے، کسی کو اولاد دینے والے، کسی کو روزی دلوانے والے وہ یہ کہتے تھے) اور آج کے دور میں بھی دیکھیں تو لوگ ایسے ہی کہتے ہیں کہ فلاں جگہ اگر دودھ کا چڑھاوا نہ چڑھایا تو پھر ہمارے جانور بیمار ہو جاتے ہیں اگر ہم نے فلاں آستانے پر اتنا کھانا نہ پہنچایا ہماری زمین میں پیداوار نہیں ہوتی فلاں بت خانےپر حاضری دینے سے، فلاں مزار پر جانے سے رزق میں فراوانی ہوتی ہے بیٹے پیدا ہوتے ہیں تو یہ ساری چیزیں کیا ہیں **وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا** کہ تم افک گھڑتے ہو تو افک ہوتا کیا ہے؟ رخ موڑ دینا۔ واقعہ افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ پڑھ ہی چکیں ہیں کہ ان پر الزام لگایا گیا۔ تو رخ کو موڑ دیا جانا کیا ہے؟ کہ عرش کو فرش کر دیا جائے اور فرش کو عرش کر دیا جائے سر کو نیچے اور پاؤں کو اوپر کر دیا جائے بات کو بالکل الٹ ہی کر دیا جائے تو تم کیا کرتے ہو؟ تم جھوٹ گھڑتے ہو تیسری بات کہی **إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ** کہ بے شک اللہ کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ کیا ہیں؟**لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا** وہ تمہیں کوئی رزق دینے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ تمہیں وہ کیا رزق دیں گے ان کے پاس تو کوئی اختیار ہے ہی نہیں بلکہ الٹا کیا ہے؟ **فَٱبْتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ** تم اللہ سے رزق طلب کرو **وَٱعْبُدُوهُ** اور اسی کی بندگی کرو **وَٱشْكُرُواْ لَهُۥٓ** اور اس کا شکر ادا کرو تو یہ تیسری دلیل جو تھی کہ تمہیں وہ رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے کیسے پتہ چلتا ہے؟ یہ تم جو ان کے آگے چڑھاوے چڑھاتے ہو، نذر نیازیں لے کر جاتے ہو اور تم پھر بعد میں ان کے گن گاتے ہو تو کہا کہ نہیں ان کے پاس کوئی بھی اختیار نہیں ہے کتنے خوبصورت تین دلائل دیئے ہیں نمبر 1۔ تمہارے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ نمبر 2۔ ان سے کوئی نفع نقصان تمہیں نہیں پہنچ سکتا یہ جھوٹی کہانیاں ہیں کہ اگر تم نے ان کو نہ مانا تو تمہیں نقصان ہوگا، اولاد نہیں ہوگی، رزق نہیں ہوگا، کھیتی میں پیداوار نہیں ہوگی جانور مر جائیں گے یہ جھوٹ ہے اور نمبر 3۔ کہ تمہیں تو یہ کیا رزق دیں گے خود تمہاری نذر و نیاز کے محتاج ہیں پھر ان کو تین کام بتائے پہلا کیا ہے؟ **فَٱبْتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ** اللہ کے پاس رزق تلاش کرو تو رزاق اللہ ہے تمہارے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے بت نہیں ہیں دوسری بات **وَٱعْبُدُوهُ** اسی کی عبادت کرو، اسی کے آگے جھکو تیسری بات **وَٱشْكُرُواْ لَهُۥٓ** اور اس کا شکر ادا کرو تو اصل بات کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ عبادت اور شکر گزاری کا اصل حقدار کون ہے ؟ جس کے اختیار میں ہے سب کچھ، جو رازق ہے، رزق دینے والا ہے تمہیں بھی دیتا ہے اور سب کو دیتا ہے تو کیا کرو اس کی عبادت کرو اور

اس کی نا شکری نہ کرو تو عبادت اور شکر گزاری کا اصل حقدار اللہ ہے تو پھر کیا کرو اس اللہ کی عبادت کرو اس کے آگے جھک جاؤ **إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ** اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے تو اب آخرت کا عقیدہ بھی سامنے رکھ دیا اگر تم اپنے ان ہی کاموں پر لگے رہے شرک کرنا، بتوں کو تراشنا اور نفع نقصان کا مالک اپنے بتوں کو سمجھنا تو پھر ہو گا کیا؟ جاؤگے کہاں؟ اللہ کے پاس جاؤگے تو اللہ تم سے تمہارے عملوں کا حساب لے گا اور پھر دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اپنی قوم کو توحید اور آخرت کی دعوت دیتے ہیں اور جو وہ غلط کام کر رہے ہیں ان کو سمجھاتے ہیں پھر کیا کہتے ہیں

آیت نمبر 18- وَإِن تُكَذِّبُوا۟ فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ

ترجمہ۔ اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلا چکی ہیں، اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمّہ داری نہیں ہے"

وَإِن تُكَذِّبُوا۟ فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ **وَإِن تُكَذِّبُوا۟** اور اگر تم جھٹلاو اب یہاں پہ کیا کہا جا رہا ہے؟ اللہ رب العزت کہہ رہے ہیں ان کو یہ بات بتا رہے ہیں کہ اور اگر تم جھٹلاو گے **فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ** تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلا چکیں ہیں تو کیا مطلب ہے کہ اگر ان باتوں میں تم مجھ کو جھوٹا سمجھو گے تو یاد رکھو میرا کوئی نقصان نہیں تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں اپنے پیغمبروں کو جھوٹا سمجھ ہی چکیں ہیں تو پیغمبروں کا تھوڑا نقصان ہوا تھا جب انہوں نے جھٹلایا تو اللہ کے عذاب کا کوڑا ان قوموں پر آ پڑا تھا تو برے انجام سے وہ قومیں ہی دو چار ہوئی تھیں تو یہ جو آیت ہے آیت نمبر 18 اس میں سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر میری بات نہ مانی اور جھٹلانے پر اڑے رہے تو یاد رکھو تمہارا انجام بھی ایسا ہی ہوگا جیسے ان قوموں کا ہوا جنہوں نے جھٹلایا تھا **فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ** تو بہت سی قومیں پہلے بھی ایسی گزر چکی ہیں جنہوں نے اللہ کو جھٹلایا تھا تو پھر ان کا انجام کیا ہوا قومِ نُوح، قومِ عاد، قومِ ثمود کا؟ تباہ و برباد ہو گئیں **وَمَا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ٱلْمُبِينُ** اور رسول پر صاف صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے رسول کا کام کیا ہے **ٱلْبَلَٰغُ** پہنچا دینا اور کیسے **ٱلْمُبِينُ** کھول کھول کر۔ صرف پہنچانا ہی نہیں بلکہ کھول کھول کر تو میرا فرض صرف اتنا ہی ہے کہ میں حق بات کو تمہیں پہنچا دوں اس کے بعد میرے ذمہ اور کچھ بھی نہیں میرا فرض ادا ہو جائے گا اور اب ذمہ داری تمہاری ہے اب پوچھ تم سے ہوگی مجھ سے نہیں ہوگی کہ تم نے راہِ راست اختیار کیوں نہیں کی۔ آپ دیکھ لیجیے کہ اب یہاں پر اللہ تعالیٰ دلائل دے رہے ہیں اور دلائل کیا ہیں؟ کہ توحید اور آخرت کا عقیدہ اختیار کرنا کیوں ضروری ہے اس لئے کہ وہ بھول گئے، اللہ تعالیٰ کو وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے نہیں ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ آیت نمبر 19 سے 23 تک کیا ہے؟ مفسرین یہ کہتے ہیں کہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ معترضہ کیا ہوتا ہے ؟ یہ کہ درمیان میں ایک ایسی بات آ جائے جو موضوع کے ساتھ نہیں چل رہی مثلاً درس دیتے دیتے کسی کو کہا جائے کہ ذرا بتی بند کر دیں ذرا پنکھا چلا دیں کوئی بات کرنا اس کو جملہ معترضہ کہتے ہیں جملہ جو درمیان میں آ جاتا ہے اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ توحید اور آخرت کے جو دلائل ہیں ان کو مزید واضح کرنے کے لئے کچھ کائنات سے دلائل دیئے جاتے ہیں تو اب یہاں پر بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہاں چند مثالوں(جیسے پہلی سورتوں میں آپ پڑھ چکی ہیں) سے یہ بات بتائی گئی ہےکہ کتنا ضروری ہے کہ لوگ توحید پرست بنیں اور اللہ کو مانیں

آیت نمبر 19- أَوَلَمْ يَرَوْا۟ كَيْفَ يُبْدِئُ ٱللَّهُ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥٓ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ

ترجمہ۔ کیا اِن لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ یقیناً یہ (اعادہ تو) اللہ کے لئے آسان تر ہے

أَوَلَمْ يَرَوْاْ كَيْفَ يُبْدِئُ ٱللَّهُ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥٓ کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کس طرح اللہ ابتدا کرتا ہے تخلیق کی پھر وہ اس کا اعادہ کرتا ہے کیا ان لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا **أَوَلَمْ يَرَوْاْ** یہاں پر سوالیہ انداز ہے سوالیہ انداز ہمیشہ سوچنے سمجھنے پر آمادہ کرتا ہے دلوں کے تاروں کو چھوتا ہے اور سوچنے سمجھنے کے بعد عمل کے لئے راہیں نکالنے پر آمادہ کرتا ہے تو اب آپ دیکھ لیجیے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم شرک کر رہی تھی اور وہ اللہ کی صفات کو بتوں کی طرف منسوب کرتی تھی تو موجودہ دور میں بھی ایسا ہی ہے تو اللہ تعالی نے کیا کیا توحید کے دلائل دیئے اور کہا کہ کائنات میں نظریں اٹھا کر دیکھو اور آپ دیکھیں کہ اُس زمانے میں وہ سمجھتے تھے کہ کھیت کی پیداوار ان کے بتوں کی وجہ سے ہوتی ہے بت خوش ہیں تو کھیت کی پیداوار اچھی ہے بت ناراض ہے تو پیداوار کم ہوتی ہے آج کا انسان کیا کہتا ہے ہمارا سبز انقلاب، ہماری زراعت کا کرشمہ ہے کہ کھیتوں کی زیادہ پیداوار سائنس کے کارنامے ہیں یا پھر کہتا ہے کہ صحت فلاں ہسپتال میں ہےیا فلاں ڈاکٹر کے پاس علاج کروائیں تو پھر بیٹا ہوگا تو آج کے دور میں بھی انسان مختلف انداز میں وہی بات کرتا ہے اور اللہ کو بھول جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کیا تم لوگوں نے دیکھا نہیں **كَيْفَ** کس طرح **يُبْدِئُ ٱللَّهُ ٱلْخَلْقَ** کہ اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے **ثُمَّ يُعِيدُهُۥٓ** پھر اس کا اعادہ کرتا ہے **إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ** بے شک یہ اعادہ کرنا اللہ کے لئے آسان تر ہے۔ اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ لوگو! غور تو کرو کہ چیزیں عدم سے وجود میں کیسے آتی ہیں تو اسی طرح جو انسان دنیا سے مٹ گئے پھر دوبارہ اللہ ان کو پیدا کرے گا تو اللہ کے لئے یہ چیزکچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ تو کہاں دیکھا جائے ؟ آپ کو یاد ہےسورت البقرہ جب پڑھی تھی تو آپ کو بچے کی پیدائش کے مراحل پر پاور پوائنٹ دکھائی گئی تھی کہ کس طرح بچہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ تو انسان کیسے پیدا ہوتا ہے اللہ تعالی نے مٹی سے انسان کا پتلا اپنے ہاتھ سے بنایا اس وقت وہ مردہ تھا پھر اس میں روح پھونکی وہ زندہ ہو گیا پھر اس کی نسل چلائی انسان نے زمین سے حاصل ہونے والی غذاؤں کو کھایا غذائیں مردہ اور بے جان تھیں انہیں سے مرد میں منی بن گئی جس میں لا تعداد جرثومے ہیں پھر وہ عورت کے رحم میں پہنچی پھر اس کے مادہ سے مل کر نطفہ بنی پھر نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے المضغفہ پھر گوشت کا لوتھڑا سب کچھ مردہ تھا، بے حرکت تھا، بے جان تھا لیکن اللہ تعالی نے پھر لوتھڑے کو روح عطا کر دی اور یہ جاندار انسان بن گیا اب انسان کی شکل و صورت کی باری آئے تو اس پر غور کریں کہ کتنے خلئے ہوتے ہیں ہمارے اندر تعداد اللہ کو پتہ ہے اب ہر خلیہ اپنے کام میں لگا ہوتا ہے اپنے راستے سے ہٹتا نہیں ہے، راستہ بھولتا نہیں ہے کسی دوسرے خلئے کے کام میں دخل بھی نہیں دیتا ناک کا خلیہ ناک کی جگہ پہ پہنچتا ہے، آنکھ کا خلیہ آنکھ میں، کان کا کان میں اور ایڑی کا ایڑی کی جگہ پہ پہنچے گا اور پھر وہ خلیہ براہ راست اپنی جگہ پہ جا کر اپنا کام شروع کر دیتا ہے تو انسان کی ایک خاص شکل و صورت بن جاتی ہے اور پھر رحم مادر میں اندھیری کوٹھری ہے پردوں پہ پردے ہیں لیکن کیا ہے کہ بڑا نظم وضبط ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ انسان کی ناک کا ایک نتھنا چھوٹا ہو اور دوسرا بڑا ہو ایک نتھنالمبوترا ہو اور دوسرا چپٹا ہو دونوں ایک جیسے ہی ہوتے ہیں تو کیا بات پتہ چلتی ہے کہ ایک نظم وضبط ہے دوسری بات مقررہ وقت میں دھکیل کر اس بچے کو (انسان کو) رحم مادر سے باہر نکال دیا جاتا ہے تو یہ کیا ہے کہ مردہ غذائیں کھا کر اللہ نے ایک زندہ چیز دنیا میں وجود میں لا دی، پیدا کر دی اچھا مثلا (آپ ایک بیج کو دیکھیں ایک بیج کے اندر پورا لائحہ عمل محفوظ کیا ہواہوتا ہے کیسے ؟ کمپیوٹر کے اندر آپ جو پروگرام محفوظ

کر دیتے ہیں وہ آنا شروع ہو جاتا ہے بیج کے اندر بھی پورا لائحہ عمل محفوظ کیا ہواہوتا ہے وہ بس زمین میں جاتا ہے اور پھر جو بھی مناسب چیزیں جب اس کو ملتی ہیں بیج کو آنکھیں مل جاتی ہیں وہ پھلنا پھولنا شروع ہو جاتا ہے پھر وہ تناور بنتا ہے پھر اس کو پھل پھول لگتے ہیں پھر اس پر بیج آ جاتے ہیں یعنی اعادہ ہوتا ہے تو آپ اپنے اوپر غور کریں آپ درختوں پر غور کریں۔ تو یہ کیا ہے یعنی انسان کمپیوٹر بنائے اور اس میں فیڈنگ کرے یعنی ایک پرزہ ہے اس وقت میرے پاس (ڈیجیٹل ریکاڈرہے) اس میں ہم جو بولتے ہیں وہ محفوظ کرتے چلے جاتے ہیں بس یہ پرزہ نکال کر ہم جب کہیں لگاتے ہیں تو وہ چیزیں ساری باہر آنے شروع ہو جاتی ہیں تو ہم محفوظ کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس کائنات کے اندر میں نے ایک لائحۂ عمل طے کر دیا ہے کائنات دو طرح سے ہے تکوینی بھی ہے تشریعی بھی ہے تکوینی کیا ہے بس کن کہہ دیا اور وہ ہو جاتا ہے اب ہواؤں کو پتہ ہے کہ چلنا ہے سورج کو پتہ ہے کہ چلنا ہے اور سورج نکلتا چلا آتا ہے ڈوبتا ہے پھر چڑھتا ہے، ڈوبتا ہے پھر چڑھتا ہے موسم بدلتے ہیں کبھی گرمی کبھی سردی۔ رات آتی ہے پھر دن آتا جاتا ہے تو کیا ہے؟ کیا ان لوگوں نے کبھی دیکھا نہیں ہے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتدا کرتا ہے بیج سے درخت درخت سے پھر بیج یعنی آپ سوچیں کہ ابتدا ہے پھر انتہا ہے تو کیا ہے اعادہ ہے **إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ** اللہ کیلئے یہ بڑا آسان ہے کہ دنیا سے انسان چلے جائیں گیے اللہ پھر ان کو زندہ کرے گا پہلی دفعہ بنانا مشکل ہوتا ہے پھر دوبارہ اس کا اِعادَہ کرنا مشکل نہیں ہوتا

آیت نمبر 20۔ قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُوا۟ كَيْفَ بَدَأَ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْـَٔاخِرَةَ إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ۔ ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح خلق کی ابتدا کی ہے، پھر اللہ بار دیگر بھی زندگی بخشے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے

قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ کہا زمین میں سیر کرو ایک آپ اور میں سیر کرتے ہیں کبھی برفباری کو دیکھنے جاتے ہیں، کبھی پھولوں کو کبھی پتوں کو، کبھی موٹاپا بہت چڑھ گیا ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں اب سیر کرنی ہے ،اب ورزش کرنی بہت ضروری ہے ضرور جاتے ہیں ایک ہم سیر کرتے ہیں اور پھر **کیلوریز** گنتے ہیں اور جانے سے پہلے بھی مشین پر چڑھتے ہیں آ کر بھی مشین پر چڑھتے ہیں لیکن اللہ سیر کیوں کرنے کو کہتا ہے؟ کہا **قُلْ سِيرُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ فَٱنظُرُوا۟ كَيْفَ بَدَأَ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْـَٔاخِرَةَ** کہ کس طرح اللہ تعالی ابتدا کرتا ہے تخلیق کی **ثُمَّ** پھر **ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ** پھر وہ پرورش کرتا ہے، پروان چڑھاتا ہے **ٱلْـَٔاخِرَةَ** دوسری بار۔ پھر کس طرح اللہ دوسری بار بھی زندگی بخشے گا تو یہاں کیا بات پتہ چل رہی ہے کہ اللہ تعالی بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالی پہلی دفعہ بھی پیدا کرتا ہے **ثُمَّ ٱللَّهُ يُنشِئُ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْـَٔاخِرَةَ** تو **ٱلنَّشْأَةَ** یہاں پہ مصدر ہے اور **يُنشِئُ** یہ فعل ہے تو وہ پیدا کرے گا **ٱلنَّشْأَةَ** زندگی **ٱلْـَٔاخِرَةَ** بعد کی تو مطلب اس کا کیا ہے کہ بس یہ ہی نہیں کہ اللہ نے پیدا کر کے چھوڑ دیا ہے بلکہ اللہ تعالی نے پیدا بھی کیا ہے پھر پال پوس کر بڑھائے گا تو یہ ہیں اس کے معنی کہ اللہ کس طرح ابتدا کرتا ہے اور پھر ایک دفعہ پیدا کر کے جب انسان مٹ جائے گا پھر دوسری دفعہ دوبارہ انسان کو پیدا کرے گا یہ معنی ہیں یہاں پر۔**إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ** بے شک اللہ سب کچھ کرنے پر قادر ہے کہ زندگی پھر موت موت کے بعد پھر زندگی بہار ہے خزاں خزاں کے بعد پھر بہار تو کیا ہے کہ خالق کی قدرت کے کرشمے ہر روز ہمیں نظر آتے ہیں تو باہر جا کر جب سیر کریں تو کیا دیکھنا چاہئے کہ پہلے پتے ہرے تھے اب زرد

کیسے ہو گئے پہلے تو گرمی کا موسم تھا اب برفباری کاموسم کیسے آ گیا پہلے ہوائیں نہیں چل رہیں تھیں اب ہوائیں کیسے چلنے لگیں

آیت نمبر 21۔ يُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ وَيَرۡحَمُ مَن يَشَآءُ وَإِلَيۡهِ تُقۡلَبُونَ
ترجمہ۔ جسے چاہے سزا دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے، اُسی کی طرف تم پھیرے جانے والے ہو

جسے چاہے وہ سزا دے دے اور جس پر چاہے وہ رحم کرے اور اسی کی طرف تم پھیرے جانے والے ہو تو اس آیت میں تین باتیں ہمارے سامنے رکھی ہیں کہ دنیا کے واقعات، تاریخ کے مطالعہ اور بصیرت سے اس بات کو سمجھو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سزا دیتا ہے کس کو سزا دیتا ہے؟ جو اللہ کا کہنا نہیں مانتا اس پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے اللہ رحم کس پر کرتا ہے؟ وہ جو معافی مانگتے ہیں ایمان اور عمل صالح کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیتا ہے ان پر رحم کرتا ہے اور اللہ کی رحمت کیا ہے؟ کہ پھر وہ کتاب، پیغمبر کی زندگی سے سیکھتے ہیں اور پھر اللہ کی سب سے بڑی رحمت کیا ہے؟ ہدایت اور اس کے بعد پھر جنت اور اللہ کی **کرمِ نظر** اور تیسری بات کیا ہے یعنی گویا کہ دو رویے ہیں ہر ایک کی اپنی مرضی ہے سیدھے راستے کا یا برے راستے کا۔ سیدھا راستہ اختیار کروگے تو جنت برا راستہ اختیار کروگے تو عذاب اور پھر بتایا **وَإِلَيۡهِ تُقۡلَبُونَ** اور اسی کی طرف تم پھیر کر لے جائے جاؤگے کسی اور کی حیثیت نہیں ہے کہ دنیا میں کوئی کسی کی گرفت کرسکے تو اصل میں انسان اللہ کی طرف لے جایا جائے گا **وَإِلَيۡهِ تُقۡلَبُونَ** مضارع مجہول ہے

آیت نمبر 22۔ وَمَآ أَنتُم بِمُعۡجِزِينَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٖ
ترجمہ۔ تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں، اور اللہ سے بچانے والا کوئی سرپرست اور مدد گار تمہارے لئے نہیں ہے

وَمَآ أَنتُم بِمُعۡجِزِينَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ اور نہ تم زمین میں عاجز کرنے والے ہو نہ آسمان میں اس کا مطلب کیا ہے؟ کہ گناہ کرنے کے بعد تم بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے ،اللہ کی گرفت سے کہیں بچ نہیں سکتے، زمین کی تہوں میں کہیں اتر جاؤ یا آسمان کی بلندیوں میں پہنچ جاؤ بحرحال ہر جگہ سے تمہیں پکڑ کر لایا جائے گا اور اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا **وَمَآ أَنتُم بِمُعۡجِزِينَ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ** جو کچھ بھی انسان کر رہا ہے پھر کہیں جا نہیں سکتا نہ زمین کی تہوں میں، نہ آسمان کی بلندیوں میں **وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٖ** اور اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں ہے نہ کوئی دوست اور نہ ہی کوئی مددگار اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے کہ نہ تو انسان کے اندر خود اتنا زور ہے کہ وہ اللہ کی پکڑ سے اپنے آپ کو بچا سکے اور نہ ہی کسی اور کے پاس اتنا زور ہے کسی دوست کے پاس یا کسی مدد کرنے والے کے پاس کہ وہ اللہ کی پکڑ سے بچا سکے تو ساری کائنات میں کسی کی مجال نہیں ہے کہ جن لوگوں نے کفر اور شرک کیا ہے اللہ کے آگے جھکنے سے انکار کیا ہے بڑی **جُرأت** کے ساتھ اللہ کی نافرمانیاں کی ہیں اللہ کے زمین کو فساد سے بھر دیا ہے تو پھر اللہ کے فیصلۂ عذاب کو ان پر نافذ ہونے سے روک سکے یا اللہ کی عدالت میں یہ کہنے کی جرأت کر سکے کہ اس کو معاف کر دیا جائے کہ میں اس کا سفارشی ہوں **وَمَا لَكُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِن وَلِيّٖ وَلَا نَصِيرٖ** کوئی نہ دوست ہے اور نہ ہی مددگار

آیت نمبر 23۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ۔ جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا اور اس سے ملاقات کا انکار کیا ہے وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لئے درد ناک سزا ہے

وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِـَٔايَـٰتِ ٱللَّهِ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اللہ کی آیات کا وہ آیات جو پیغمبروں نے پیش کیں وہ آیات جو کائنات میں بکھری پڑی ہیں وہ آیات جو انسان کے اپنے جسم کے اندر ہیں بہار خزاں سورج چاند ستارے جو بھی ہے وہ ساری آیات جس کا لوگوں نے انکار کیا **وَلِقَآئِهِۦٓ** اور اس سے ملاقات کا **أُولَئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** وہ میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک سزا ہے اس سے کیا بات پتہ چلتی ہے **يَئِسُوا** کے معنی کیا ہیں **حَرَمُ** اور یہاں یہ معنی ہیں **بَعُدُ** کہ ان لوگوں نے ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو اللہ کی رحمت سے محروم کر لیا، اللہ کی رحمت کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اب یہ محرومی کفر کر نے کی وجہ سے ان کا مقدر بن گئی کہ اب ان پر رحمت کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو گئے تو یہاں پر لوگوں کو ڈرایا جارہا ہے ان کو یہ بتایا جارہا ہے کہ کفر کر کے اور اللہ کی ملاقات سے مراد؟ قیامت کا دن، حساب کتاب کا دن کہ لوگوں تم اس کا انکار نہ کرو اور جس نے بھی انکار کیا ہے تو نتیجہ کیا ہے کہ آخرت میں پھر وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے اور دنیا میں بھی وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہیں کیسے؟ پھر ہدایت نہیں ان کو ملے گی۔ اگر رحمت کا مطلب دنیا میں لیا جائے تو ہدایت ہے اور آخرت میں لیا جائے تو پھر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جب ملاقات ہو گی تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو بخش دیں گے لیکن جو کافر ہیں ان کی طرف اللہ کی رحمت کی نگاہ نہیں اٹھے گی تو یہاں پر جو بات کہی جارہی ہے کہ کفر کرنا اللہ کی آیات کا، اللہ کے کرشموں کا اور اللہ کی ملاقات کا، قیامت کا پھر کیا ہے کہ لوگ دنیا میں ہدایت سے اور آخرت میں جزا سے اور جنت سے محروم رہیں گے **وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس کے معنی کیا ہیں کہ اب ان کے لئے ایسا عذاب ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے بڑا ہی درد والا ہے بڑا ہی تکلیف والا ہے اور مراد ہے جہنم کا عذاب